افسانہ

بیا نور

محبت تمام اس پہ ہوئی

''تمھیں پتا ہے کہ سر امجد ہمیشہ کیلئے کالج چھوڑ گئے ہیں'' وہ دونوں کینٹین میں بیٹھیں گرما گرم سموسے اور ٹھنڈی ٹھار بوتلوں سے انصاف کر رہی تھیں جب ندا نے آج کی تازہ خبر سنائی۔

''یہ تو ہونا ہی تھا'' اس نے سرسری انداز میں کہا۔

''تمھیں ذرا دکھ نہیں آخر کو وہ ہمارے استاد تھے اور بہت اچھے استاد تھے'' ندا کو افسوس ہوا۔

''مجھے کیوں دکھ ہونے لگا۔۔۔ ویسے بھی انہوں نے جو کیا تھا ان کا جانا ہی بنتا تھا'' عدن نے کندھے اچکائے۔

''مبالغہ آرائی سے کام مت لو عدن قصوروار انیسہ بھی تھی بلکہ زیادہ قصور ہی اسکا تھا''

''میری نظر میں قصوروار وہ دونوں تھے ہم یہاں پڑھنے آتے ہیں اپنے ٹیچرز پر جذبات لٹانے نہیں آتے اور وہ استاد جس کو باپ کا درجہ دیا جاتا ہے اگر اپنی سٹوڈنٹ سے فلرٹ کرے تو میری نظر میں تو دونوں کو محض کالج سے نکال دینا بہت معمولی سزا ہے'' عدن اپنا نقطہ نظر واضح کر کے پھر سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''انیسہ نے خود پیش رفت کی تھی اور تم جانتی ہو کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہے اور اگر بعد میں سر اس کی طرف مائل

ہو بھی گئے تو کیا بڑی بات تھی۔۔۔ مرد تب تک کچھ نہیں کر سکتا جب تک عورت نرم نہ پڑے'' ندا نے اپنا نظریہ پیش کیا۔

''اب ان کی جگہ کون آ رہا ہے؟'' عدن بحث کو طول نہیں دینا چاہتی تھی۔

''ان کی جگہ بھی سر ہی آ رہے ہیں'' ندا نے مسکرا کر کہا

''اُف! ایک تو ان کا کچھ نہیں ہو سکتا بھلا گرلز کالج میں میل ٹیچرز کا کیا تک بنتا ہے پھر جب کچھ ہوتا ہے تو ہاتھ پاؤں بھی انتظامیہ کے پھولتے ہیں'' عدن کے کہنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔

''اور سب سے مزے کی بات سر ثوبان نیازی کے پہنچنے سے قبل ہی ان کے حسن کے چرچے کالج میں پہنچ چکے ہیں'' ندا نے شرارت سے کہا۔

''لو جی پھر تو ہو گیا کام لڑکیوں کا'' عدن نے سر جھٹکا۔ ندا اک بار پھر ہنسنے لگی۔

☆......☆......☆

وہ اپنی تمام تر وجاہت سمیت لیکچر رسٹینڈ پر کھڑا کلاس روم کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ ایف ایس سی پارٹ فرسٹ کی کلاس تھی۔ یہ گرلز کالج اس کے والد محترم کا نہ ہوتا تو وہ اسوقت اس جگہ پر نہ کھڑا ہوتا۔ اس نے اپنی تمام طالبات پر نظر دوڑائی۔ وہ سب جنہوں نے کلاس روم میں غل غپاڑہ مچایا ہوا تھا اس کے کلاس میں قدم رکھتے ہی شرافت کا جامہ اوڑھے خاموش مگر ستائیشی نظروں سے اپنے نئے پروفیسر کو دیکھ رہی تھیں۔ اس کے خوبصورت چہرے پر بلا کی سنجیدگی نے لڑکیوں کو کھلنے نہیں دیا۔ ورنہ اتنی شرافت اور تمیز اس کلاس کا تو کبھی خاصہ نہ رہی تھی۔ کمرہ جماعت میں ہو کا عالم تھا۔ جسے اس کی بھاری اور رعب دار آواز نے توڑا۔

''میرا نام محمد ثوبان نیازی ہے، آج سے میں آپکی فزکس کی کلاس لیا کرونگا۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ پڑھائی شروع کرنے سے پہلے میں آپ کو چند باتیں بتا دوں۔۔۔ آپ انہیں رولز بھی کہہ سکتیں ہیں جو آپ کم از کم میری کلاس میں فالو کرینگی۔

کوئی بھی فضول ایکٹیویٹی میں اپنی کلاس میں نہ دیکھوں

جتنے مرضی سوالات کریں مگر لیکچر کے بعد، لیکچر کے دوران کسی کی آواز نہ نکلے۔

اور خیال رہے سوال آپ کے کورس سے متعلق ہو، فضول سوال جس نے بھی کیا کلاس سے باہر نکال دونگا، مجھے امید ہے آپ کو سمجھ آ گئی ہو گی''

انتہائی سنجیدگی سے اپنے مرتب کرتا قانون سمجھا کر، ان سب کے مثبت ردعمل جانچنے کیلئے ایک نگاہ تمام کلاس پر ڈالی۔

''جی سر'' ہلکی سی کئی آوازیں گونجیں جن میں سے بیشتر لڑکیاں خاموش رہیں۔ ان کا بولنا نہ بولنا ایک ہی برابر تھا کیونکہ عمل تو بہر حال سب کو کرنا تھا۔

''گڈ۔۔۔۔ چلیئے اپنی کتابیں نکالیں آج ہم نومیریکلز کرینگے'' بلا کی سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ وائیٹ بورڈ کی طرف بڑھا۔ پنتالیس منٹ کی کلاس میں تمام لڑکیاں سانس روکے بیٹھی رہیں۔ جیسے تیسے وقت گزر ہی گیا۔ اس کے کلاس سے باہر جاتے ہی لڑکیوں نے روکی ہوئی سانس بحال کی۔

''اُف! یہ سر تھے یا ہٹلر'' زمین نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''مجال ہے جو ذرا بھی مسکرائے ہوں'' ثناء نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا۔

''بہت سخت ہیں سر ثوبان مجھے لگتا ہے کہ مجھے اب پڑھائی کرنی پڑے گی سچ میں میرا تو دل بند ہو رہا تھا''

صنم نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا شاید یقین کرنا چاہ رہی تھی کہ آیا کہیں واقعی نہ بند ہو گیا ہو۔

''اب تو بیٹا وہ وہ بھی پڑھیں گی جن کی کتابوں سے ہمیشہ دشمنی رہی ہے'' ثناء نے پچھلی نشست پر براجمان فیشن کی دلدادہ لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا۔

''اتنا ہینڈسم استاد ہو تو کون کمبخت نہ پڑھے گا'' پچھلی نشست پر بیٹھی نشا بہ نے آنکھ مار کر کہا اور پورے گروپ کا قہقہہ بلند ہوا۔

''واقعی اس میں تو کوئی شک نہیں سر کی میگنیٹک پرسنیلٹی ہے اور حسن بھی بے تحاشہ ہے مردوں میں اتنا حسن میں نے پہلی بار دیکھا ہے'' صنوبر ابھی تک ٹرانس میں تھی۔

''سر کا غصہ بھی غضب کا ہو گا اسلیئے بچ کے رہنا سب'' ندا نے وارننگ دی جو کلاس کی سی آر بھی تھی اور اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھا رہی تھی۔ سی آر ہونے کے ناطے کئی اوپر نیچے کی خبریں اس کے پاس موجود رہتی تھیں۔

"مجال ہے جو کسی نے سر کے پڑھانے کے طریقے پر بھی غور کیا ہو" عدن نے نومیریکل حل کرتے ہوئے ہولے سے کہا جو صرف ساتھ بیٹھی ندا ہی سن سکتی تھی۔

"تم ہو نا پڑھائی پر غور کرنے کیلیئے۔۔۔ اور مجھے تو لگتا ہے ساری سمجھ تمھیں ہی آئی ہے" ندا نے اس کے تیزی سے رجسٹر پر قلم چلانے پر چوٹ کی۔ عدن نے ہاتھ روک کر اسے گھورا۔

تمام لڑکیاں جو اپنے نئے نویلے سر کی شان میں زور و شور سے قصیدے پڑھ رہی تھیں میم ارم کے آنے پر بھی نہ رکی۔ ان کو سر کے حوالے سے کئی معلومات بنا مانگے ہی فراہم کی گئیں اور پھر میم ارم کے ڈپٹنے پر ہی نہ چاہتے ہوئے خاموش ہونا پڑا اور بیالوجی کی کتاب پر نظریں جمانی پڑی وہ الگ بات تھی کہ بیشتر کے ذہنوں میں ابھی بھی سر ثوبان کی ہی ڈائی گرام نقش تھی۔

☆......☆......☆

"تو جناب! کیسا رہا آج کا دن؟" سرور نیازی نے اپنے اکلوتے ہونہار سپوت کو دیکھا جو خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔

"بابا جان! آپ جانتے ہیں کیسا گزرا ہوگا"

"کوئی بات نہیں عادت ہو جائے گی پھر عجیب نہیں لگے گا" وہ جانتے تھے کہ وہ اس جاب سے خوش نہیں ہے۔

"مجھے عادت نہیں بنانی آپ جلد ہی کسی اور پروفیسر کا بندوبست کریں" خفگی نمایاں تھی۔

"کوشش کر رہیں ہیں لیکن کوئی قابل ملے بھی تو۔۔۔ اب کسی کو بھی اٹھا کر تو نہیں رکھ سکتے آخر کار بچوں کے مستقبل کا سوال ہے اور کالج کی ریپوٹیشن کا بھی"

"بابا جان آپ اچھی طرح جانتے ہیں مجھے گرلز کالجز میں پڑھانا قطعاً پسند نہیں"

"ویسے مجھے حیرت ہوتی ہے تم پر۔۔۔ لڑکیوں سے ڈرتے ہو؟" انہوں نے اس کی بزدلی پر افسوس کیا۔

"میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔۔۔ میں محتاط رہنا پسند کرتا ہوں۔۔۔" وہ اپنے باپ سے یہ نہیں کہہ پایا کہ جس عمر کی وہ لڑکیاں ہیں، وہ عمر کا بے حد خطرناک دور ہے۔ پھسلن ہی پھسلن ہے۔ اور جوان استاد کی نیت میں کب کھوٹ آ جائے کون جانے۔ استاد کو باپ کا درجہ دے دینے سے وہ باپ نہیں بن جاتا۔ اسلام نے اگر

حدود رکھیں ہیں تو مرد و عورت کی بقا کیلئے ہی رکھیں ہیں۔ وہ سب کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔ مگر وہ خود محتاط رہ سکتا تھا۔

وہ اپنے بیٹے کو دیکھتے رہ گئے۔ آجکل کے دور میں عمر کے بھرپور حصے میں وہ محتاط رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ انہیں نہیں یاد پڑتا تھا کہ ٹین ایج میں بھی اس کی کسی لڑکی سے دوستی رہی ہو یا انہوں نے غلطی سے ہی کسی لڑکی کا نام اس کے منہ سے سنا ہو۔

وہ اسے خاموشی سے کتنی ہی دیر دیکھتے رہے جانے کیوں اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھنے سے آنکھوں میں ٹھنڈک اترتی محسوس ہو رہی تھی دل میں سکون سرائیت کر رہا تھا۔ یہ سکون یہ ٹھنڈک باپ کی محبت نہیں تھی، یہ وہ احساس نہیں تھا جو باپ کو اپنے جوان بیٹے کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ یہ احساس مختلف تھا۔۔۔ اچھوتا تھا۔۔۔ مگر لاجواب تھا۔

ان کے مسلسل دیکھنے پر اس نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"بابا جان کیا دیکھ رہے ہیں" وہ مسکرا دیا

"کیوں اپنے بیٹے کو نہیں دیکھ سکتا؟" انہوں نے شفقت سے کہا۔

"دیکھ سکتے ہیں بالکل دیکھ سکتے ہیں" وہ ہنس دیا۔ ہنستے ہوئے اس کے گالوں کا گلال مزید بڑھ جاتا تھا اور دانت قیمتی موتیوں کی طرح لڑی میں ترتیب سے پروئے ہوئے اپنی چمک دکھا جاتے۔ انہیں اپنے مرحوم باپ کی بات یاد آ گئی جو اکثر و بیشتر کہا کرتے تھے۔

"میرا ثوبان تو مثلِ یوسف ہے"

سرور نیازی نے من ہی من نظر بد سے حفاظت کی دعا پڑھی۔

☆......☆......☆

وہ چائے کی دو پیالیاں ٹرے میں رکھے کمرے میں داخل ہوئی۔ ٹرے چھوٹی میزی پر رکھ کر خاموشی سے وہیں کارپٹڈ زمین پر بیٹھ گئی۔ بی بی جان خشوع و خضوع سے جائے نماز پر بیٹھیں دعا مانگنے میں مصروف تھیں۔ وہ یک ٹک بی بی جان کے ہاتھوں کو دیکھنے لگی جو رب کی بارگاہ میں اٹھے ہوئے تھے۔ ہاتھوں میں تسبیح جھول رہی تھی۔ اسے نہیں یاد پڑتا تھا کہ کبھی اس نے وہ نیلی تسبیح ان کے ہاتھوں میں نہ دیکھی ہو۔ وہ دن رات چلتے پھرتے یا

کوئی کام سرانجام دیتے ورد میں مشغول رہتی تھیں۔

انہوں نے دعا مانگ کر ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرا۔اور قریب ہی بیٹھی عدن پر کوئی ورد پھونکا۔یہ ان کا معمول تھا وہ اس کے گرد پاک کلام کا حفاظتی حصار باندھے رکھتی تھیں۔

عدن نے ایک پیالی ان کی طرف بڑھائی۔

''جیتی رہو میری بچی خدا تمھاری حفاظت کرے''اس نے ہمیشہ ان کے ہونٹوں سے دعائیہ الفاظ ہی سنے تھے۔وہ سب کو دعا دیتی تھیں۔لیکن دعاؤں کا بڑا حصہ عدن کیلئے ہی تھا۔

''بی بی جان! آپ سب کیلئے دعا کرتی ہیں نا جو زندہ ہیں ان کیلئے بھی اور جو اس دنیا میں نہیں ہیں ان کیلئے بھی''عدن کے سوال پر وہ مسکرا دیں۔

''ہاں اور سب سے زیادہ میں تمھارے لئے دعا کرتی ہوں''

''بی بی جان آپ وانیہ آنی کیلئے بھی دعا کرتی ہیں نا''وانیہ کے ذکر پر ہمیشہ کی طرح بی بی جان کے چہرے پر سختی اور آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

''اس کا نام مت لیا کرو''انہوں نے نمی کو اندر دھکیلا اور سخت مگر ٹوٹے لہجے میں بولیں۔

''بی بی جان آپ انہیں معاف کر دیں۔۔۔اب تو وہ۔۔۔۔''اس کا گلا رندھ گیا۔

''میں کون ہوتی ہوں کسی کو سزا دینے والی یا معاف کرنے والی۔۔۔''

''تو اس کا مطلب آپ دعا کرتی ہیں ان کیلئے؟''عدن نے آنکھ میں آئے آنسو کو پوروں میں جذب کرتے خوشگواری سے پوچھا۔

''ہاں''انہوں نے سرد آہ بھری۔

وانیہ کی ذات دردو تکلیف کا باعث تھی،جسے کوئی بھی سہارنا نہیں چاہتا تھا۔جب اپنی ذات کو روشنی سے نکال کر کالے اندھیروں میں اپنے ہی ہاتھوں سے جھونک دیا جائے تو ہماری ذات اپنوں کیلئے دردناک یاد بن جاتی ہے۔۔۔جس کا ذکر بھی خونِ جگر اور یاد بھی سوزِ قلب۔

☆......☆......☆

وہ سٹاف روم میں بیٹھا ہاتھ میں پکڑی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اگلا پیریڈ شروع ہونے میں پانچ منٹ تھے۔ اس کی تمام میل ٹیچرز سے سلام دعا کے علاوہ کوئی خاص بات چیت نہ تھی۔ اور فی میل سٹاف سے تو سلام دعا تو دور کی بات وہ انھیں نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔

ہاں البتہ اس پر بہت سی نظریں اٹھتی تھیں اور اٹھ کر ٹھہر بھی جاتی تھیں۔

چار منٹ گزر چکے تھے وہ کتاب بند کر کے اٹھا اور میل سٹاف روم سے نکلتا چلا گیا۔ اس دوران کئی نظروں نے اس کا تعاقب کیا۔ چاہے وہ فی میل سٹاف ہو یا سٹوڈنٹس سب کی نظروں کا محور وہی تھا۔

وہ انجان بالکل نہ تھا۔ یہ اس کیلئے کوئی نئی بات نہ تھی۔ لیکن ناپسندیدہ بات ضرور تھی۔

وہ چہرے پر سنجیدگی و کرختگی طاری کیے بنا کسی کو دیکھے گزرتا چلا جاتا۔ یہ روز کا معمول تھا۔

وہ ہر کسی کو روک کر محرم و نامحرم اور نگاہوں کی شرم و حیا پر درس نہیں دے سکتا تھا۔

ہاں لیکن خود محتاط رہ سکتا تھا۔

☆......☆......☆

ایف ایس سی پارٹ فرسٹ میں صرف ایک آواز گونج رہی تھی۔ لڑکیاں خاموشی اور انہماک سے اپنے پروفیسر کا لیکچر سننے کے ساتھ ساتھ نوٹ کر رہی تھیں۔

''آپ میں سے کوئی 'motioncircular' کی تعریف سنائے گا؟'' اس نے سوالیہ نظر کلاس پر ڈالی۔

کچھ ہاتھ اُوپر کو اٹھے۔

''جی آپ بتائیں'' اس کے کہنے پر ندا کھڑی ہوئی۔

'' Whenaparticlemovesinacircle,it'smotioniscalled circularmotion.''

''بیٹھ جایئے'' اس کے بیٹھنے کے بعد اگلا سوال ہوا۔

''آپ میں سے کون سرکلر موشن کی example بتائے گا؟'' پھر سے کئی ہاتھ ہوا میں بلند ہوئے۔

جن میں سے ایک کو چنا گیا۔

''سیاروں کا سورج کے گرد گردش کرنا، سیٹلائیٹ کا زمین کے گرد گھومنا۔۔۔'' افشاں نے سات آٹھ مثالیں گنوا دیں۔

''بیٹھ جائیے۔۔۔کتاب سے ہٹ کر کوئی مثال پیش کر سکتا ہے؟'' اب کوئی ہاتھ بلند نہ ہوا، لڑکیاں سوچ بچار میں پڑ گئیں۔انہیں دو سیکنڈ کی مہلت دے کر خود ہی ایک لڑکی کو کھڑے ہونے کا حکم سنا دیا۔

''آپ بتائیں کوئی مثال؟'' عدن اک پل کو ہڑبڑا گئی مگر جلد ہی سنبھل گئی۔ذہن میں تو وہی مثالیں تھیں جو کتاب میں تھیں یا نوٹس میں۔مناسب تو یہی لگ رہا تھا کہ 'سوری سر' کہہ کر بیٹھ جائے مگر پھر اچانک ہی بی بی جان کا سراپا نظروں میں گھوم گیا۔

''میری بی بی جان کے ہاتھ میں گھومتی تسبیح'' وہ جو ڈائیز پر رکھی کتاب کو دیکھ رہا تھا چونک کر عدن کی طرف متوجہ ہوا۔کلاس میں دبی دبی سی ہنسی گونجی جو ثوبان کی ایک ہی غصیلی نگاہ سے مکمل دب گئی۔

''explain it''

وہ اب عدن کی طرف متوجہ تھا۔

''وہ جیسے جیسے ورد کرتی ہیں دانے کو انگوٹھے کی مدد سے دھکیلتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی تسبیح ہاتھ کے گرد اک speeduniform کے تحت گردش کرتی ہے''

وہ اس انوکھی مثال سے محظوظ ہوا۔

''لیکن سر وہ تسبیح ہر وقت تو نہیں گھومتی رہتی۔۔۔ثناء نے نقطہ اٹھایا۔

''محترمہ آپ جواب دیں'' ثوبان نے عدن سے کہا۔

''گاڑی کا پہیہ بھی تب ہی گھومتا ہے جب ایکسلیٹر دبایا جائے ورنہ جامد رہتا ہے۔۔۔کوئی بھی چیز بنا طاقت کے اک انچ بھی ہل نہیں سکتی۔چاہے وہ سائنسی عجوبہ سیٹلائیٹ ہو یا قدرتی عجوبہ سیارے''

''اس طرح تو آپ کہیں گی کہ دعا کا حصار بھی آپ کے گرد گردش کرتا ہے'' اس کے کہنے پر پھر دبی دبی ہنسی گونجی۔

''جی سر'' مذاق کا نشانہ بنائے جانے پر اس کی رنگت سرخ ہو گئی۔

"بہت خوب۔۔۔اب آپ بیٹھ سکتی ہیں"

سوالات کا سیشن ختم کر کے وہ پھر سے لیکچر دینے لگا۔

☆......☆......☆

"یہ تم فلسفی کب سے بن گئی؟" بریک کے دوران وہ دونوں گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں۔

"مجھے نہی پتا جو ذہن میں آیا میں نے کہہ دیا" وہ گھاس کو ہاتھوں سے نوچنے لگی۔

"میں یہ تو نہی جانتی کہ تمھاری دی گئی مثال کس حد تک درست ہے مگر تم نے سائینس کو روحانیت میں خوب ڈھالا۔۔۔اور سر نے کیسے چونک کر تمھیں دیکھا تھا" ندا نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ خاموشی سے سنتی رہی۔

"ویسے عدن ایک بات میں سوچ رہی تھی کہ سر ثوبان کو ہماری کلاس لیتے ہوئے مہینہ ہو چلا ہے مگر مجال ہے جو سر نے پڑھائی سے ہٹ کر کسی جنرل ٹاپک پر بات کی ہو یا ہم سے ہمارے نام پوچھے ہوں۔۔۔میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ سر کسی لڑکی کا نام تو کیا اس کی شکل بھی پہچان نہی سکتے" ندا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"یہ تو اچھی بات ہے نا۔۔۔جو کام کرنے آتے ہیں وہ کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں جتنا ادھر ادھر کی بات کرینگے لڑکیاں اتنا ہی فری ہونگی" عدن کے کہنے پر ندا نے اسے گھورا۔

"خیر اب تمام لڑکیاں ایک جیسی نہی ہوتی اور نہ ہی تمام میل ٹیچرز۔۔۔جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہی ہوتی ۔۔۔معلوم نہی تمھیں کیا بیر ہے بیچارے میل سٹاف سے"

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو کہ پانچوں انگلیاں برابر نہی ہوتی مگر انہی پانچوں انگلیوں کی جڑیں ایک ہی ہاتھ میں پیوست ہوتی ہیں۔۔۔بھٹکنا پھسلنا اور خطا کرنا انسان کی فطرت میں شامل ہے"

"اُف تم نے تو قسم کھائی ہوئی ہے ہر چیز کے منفی پہلوؤں کو دیکھنے کی" ندا نے اپنا سر تھام لیا۔

"میں صرف محتاط رہنے کی بات کرتی ہوں۔۔۔اور تمھیں منفی لگتا ہے" عدن نے گھاس نوچ کر اس پر پھینکتے ہوئے کہا، ندا کے منہ بنانے پر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"تم لوگوں کو ایک مزے کی بات بتاؤں؟" ثناء ان دونوں کو دیکھ کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور بڑے پر جوش انداز میں گویا ہوئی۔

''اگلا پیریڈ فری تو نہیں کیا'' ندا نے تکا لگایا۔

''ارے نہیں یار'' ثناء منہ بنا کر بولی۔

''کل کا ٹیسٹ کینسل ہو گیا؟'' عدن نے بھی بوجھو تو جانیں میں اپنا حصہ ڈالا۔

''اوہو! یہ بات بھی نہیں ہے۔۔۔ گھسے پٹے ہی گیس لگا سکتی ہو تم دونوں۔۔۔ بریکنگ نیوز یہ ہے جناب کہ ۔۔۔۔'' سسپنس پھیلانے کی خاطر وہ خاموش ہوئی۔

''اب بول بھی چکو'' وہ دونوں اس پر بگڑیں۔

''نشابہ کو محبت ہو گئی ہے۔۔۔ وہ بھی سر ثوبان سے۔۔۔ لیکن تمام تر بولڈنیس کے باوجود وہ اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر پا رہی کیونکہ سر ثوبان کی رعب دار شخصیت کے آگے اس کی گھگھی بندھ جاتی ہے'' ثناء نے چٹخارہ بھرا۔

عدن نے ندا کو طنزیہ مسکرا کر دیکھا، اس کی نظروں کا پیغام وہ خوب سمجھتی تھی۔ جبکہ ثناء زور و شور سے نشابہ کی محبت کی کہانی الف تا یے سنا رہی تھی۔

☆......☆......☆

تمام طلبہ کیمسٹری لیبارٹری میں موجود تھیں جس کی وجہ سے کلاس خالی تھی۔ وہ خالی کلاس روم میں لیکچر سٹینڈ پر کھڑا اسٹوڈنٹس کے ٹیسٹ چیک کر رہا تھا۔ کیونکہ پندرہ منٹ بعد اس کا ہی اسی کلاس روم میں لیکچر تھا۔

وہ اپنے کام میں مگن تھا جب ایک نسوانی آواز گونجی۔

''سر مے آئی کم ان'' نشابہ نے اجازت طلب کی۔ اس نے سر اٹھا کر دائیں جانب دروازے کی طرف دیکھا۔

''کیا چاہیے آپ کو؟'' اسے اندر آنے کی اجازت دینے کی بجائے سوال کیا۔

''سر مجھے آپ سے پڑھائی سے متعلق بات کرنی تھی''

وہ وہیں کھڑی منمنائی۔ سر کی پیشانی پر شکنیں دیکھ اس کا حوصلہ ڈانواڈول تو ہو رہا تھا مگر آج وہ تہیہ کر کے آئی تھی کہ چاہے زمینی یا آسمانی آفت ہی کیوں نہ آ جائے وہ دل کی بات کہہ کر رہے گی۔

اجازت ملنے پر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اندر داخل ہوئی۔ وہ پھر سے ڈائیز پر پھیلائے کاغذوں پر سرخ بال پوائنٹ سے مارکنگ کرنے لگا۔

"جی محترمہ کہیئے کیا پرابلم ہے؟" وہ ہنوز سر جھکائے مارکنگ کر رہا تھا۔ اس کی جانب نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

"سر یہ آپ کیلیئے" اس نے لرزتے ہاتھوں سے تہہ کیا ہوا کاغذ اس کی جانب بڑھایا۔

اک پل کو مارکنگ کرتا ہاتھ رکا، اس نے نظر اٹھا کر کاغذ کی طرف دیکھا، اور پھر دینے والے کی طرف اک نگاہ ڈال کر بنا کچھ کہے کاغذ تھام لیا۔

رقعہ کھول کر ابھی چند الفاظ ہی پڑھے تھے کہ آنکھوں میں خون اتر آیا، دماغ کی رگیں تن گئیں۔ اشتعال کے عالم میں کاغذ کے ٹکڑے کر کے اس لڑکی کے منہ پر مارے۔

"یہ کیا بکواس ہے۔۔۔ اپنی عمر دیکھو اور اپنی حرکتیں دیکھو۔۔۔ پڑھنے آتی ہو یا یہ گند مچانے۔۔۔ تم جیسی کوئی لڑکی میرے گھر میں ہوتی تو میں اسے زندہ گاڑ دیتا۔ جتنا خود گرو گی اس سے ڈگنا تمہارے ماں باپ گرینگے، تم نے میرے سامنے خود کو ہی نہیں اپنے خاندان کی عزت کو بھی گرایا ہے۔۔۔"

غیض و غضب سے وہ اس پر برس رہا تھا جانے وہ کہاں سے شروع ہوا اور کہاں پر ختم ہوا۔ نشا بہ حواس باختہ سی ڈائیز کا سہارا لیئے کھڑی آنسو بہاتی رہی۔ بچی کچی خود اعتمادی بھی ہری جھنڈی دکھا رہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ زور کا چکر آیا۔ اس سے پہلے کہ زمین بوس ہوتی غیر ارادی طور پر سہارے کیلیئے ثوبان کے بازو کو پکڑ لیا۔

اسی پل دروازے پر اک اور وجود نمودار ہوا۔

ثوبان نے بے دردی سے اپنے بازو پر رکھا اس کا نازک سا ہاتھ جھٹکا۔

وہ جو دروازے پر کھڑی تھی یہ ناقابل یقین منظر دیکھ وہیں سے لوٹ گئی۔

☆......☆......☆

سرور نیازی اپنے آفس میں بیٹھے تھے جب وہ اجازت لے کر اندر داخل ہوئی۔ انہوں نے فائیل بند کر کے سائیڈ پر رکھی اور اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

”جی بیٹا کہیے جو کہنا چاہتی ہیں“ اسے خاموش کھڑا دیکھ انہوں نے کہا۔
اس نے گلا کھنکارا اور جو بات پچھلے تین دنوں سے پریشان کر رہی تھی وہ سب پرنسپل صاحب کے گوش گزار کر دی۔
”سر میرا نام عدن ملک ہے اور میں ایف ایس سی پارٹ فرسٹ سیکشن اے کی سٹوڈنٹ ہوں۔۔۔۔ مجھے آپ سے بے حد ضروری بات کرنی ہے۔۔۔ سر ثوبان نیازی ہمارے فزکس کے لیکچرار ہیں۔۔۔“
سرور نیازی کا ثوبان کے نام پر ماتھا ٹھنکا۔
”ہماری کلاس کی ایک لڑکی ہے نشابہ فیاض۔۔۔۔ تین دن پہلے ہم کیمسٹری لیب میں پریکٹیکل کر رہے تھے تو میں اپنا سکیل بیگ میں ہی بھول گئی تھی وہ لینے جب میں کلاس روم میں آئی تو۔۔۔۔۔ میں نے سر ثوبان اور نشابہ کو اکیلے کلاس روم میں دیکھا تھا۔۔۔ نشابہ کا ہاتھ سر کے بازو پر تھا اور سر نے بھی اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ میں دروازے سے ہی لوٹ گئی۔۔۔ نشابہ کی میری طرف پشت تھی اور سر نے بھی مجھے نہیں دیکھا۔۔۔۔ اور اس دن کے بعد سے نشابہ کالج بھی نہیں آ رہی“
وہ پوری روداد سنا کر خاموشی سے پرنسپل صاحب کے ردعمل کا انتظار کرنے لگی۔ جبکہ سرور نیازی بے یقینی کے عالم میں اس کو دیکھ رہے تھے۔
”آپ نے یہ بات کسی اور سے کہی؟“ انہوں نے استفسار کیا۔
”نہیں سر میں نے یہ بات کسی کو بھی نہیں بتائی بہت سوچ بچار کے بعد صرف آپ سے کی ہے کیونکہ میں سمجھتی ہوں اس کا حل صرف آپ ہی بہتر طور پر نکال سکتے ہیں“
”اگر میں آپ سے کہوں کہ سر ثوبان اور نشابہ کی شخصیت کو اپنے نقطہ نظر سے ڈیفائین کریں تو کیا آپ کر سکیں گی؟“
ثوبان کے کردار پر انہیں رتی بھر بھی شک نہیں تھا مگر جانے کیوں وہ یہ سوال کر بیٹھے تھے۔ شاید وہ جاننا چاہتے تھے کہ ان کے بیٹے کے بارے میں سٹوڈنٹس کیا رائے رکھتے ہیں یا پھر وہ اس لڑکی کی ریپوٹیشن اس کی کلاس فیلوز کی نظر میں جانچنا چاہتے تھے۔

"سر میری نظر میں نشابہ آزاد خیال، پر اعتماد اور جذباتی ہے۔۔۔۔

اور سر ثوبان بہت اچھے لیکچرار ہیں"

"لیکچرار کے علاوہ کیسے ہیں" سرور نیازی نے پوچھا۔

"سر میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔۔ وہ اچھا پڑھاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں کورس سے ہٹ کر کبھی کوئی بات نہیں کرتے جس سے ان کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا جائے"

"ٹھیک ہے آپ جایئے۔۔۔اور اس بات کو بھول کر صرف و صرف اپنی سٹڈی پر توجہ رکھیں" انہوں نے حلیم لہجے میں کہا۔

"جی سر۔۔۔ گڈ ڈے" وہ آفس سے نکل گئی لیکن سرور نیازی کو فکر میں ڈال گئی۔

☆......☆......☆

آگ لگتی ہے تو پورے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہے۔ بالکل اسی طرح اس خبر نے بھی پورے کالج کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ آگ بھی اپنے ہی لگاتے ہیں اور یہ آگ بھی نشابہ کی دوستوں کی لگائی ہوئی تھی۔ بات نکلی تو بڑی دور تلک جائے گی۔ اور بات نکل چکی تھی اور دور تلک بھی پہنچ چکی تھی۔ اگر کوئی بے خبر تھا تو صرف ثوبان نیازی۔

کافی دنوں تک چہ مگوئیاں ہوتی رہیں، ہر کسی نے خوب دل و جان سے اس پرائے مسئلے پر بحث و مباحثہ کیا۔ کسی نے نشابہ کا قصور نکالا تو کسی نے سر ثوبان کا اور کچھ کے نزدیک دونوں ہی قصوروار ٹھہرے۔

وہ واقعات بھی معرضِ وجود میں آئے جو کبھی وقوع پذیر بھی نہ ہوئے تھے۔ بتانے والے یوں بتاتے جیسے وہ ان غیر اخلاقی واقعات کے عینی شاہدین تھے۔

کئی دنوں تک کی لگی آگ کو آخر بجھنا ہی تھا۔ کوئی آخر کب تک کسی ایک سکینڈل سے دل بہلا سکتا تھا گزرتے دنوں کے ساتھ یہ بات بھی گزر گئی۔ سرور نیازی کالج کے دیگر خاص مسائل میں الجھے رہے۔

وہ سرور نیازی کے آفس میں بیٹھا سٹوڈنٹس کی فزکس میں کارکردگی کے اتار چڑھاؤ کو ڈسکس کر رہا تھا۔ سرور نیازی اس کی دی گئی گریڈ لسٹ چیک کر رہے تھے جب ان کی نظر نشابہ فیاض اور عدن ملک کے ناموں پر ٹھہری تھی۔ انہوں نے ثوبان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جو ابھی بھی انہیں تفصیل بتانے میں مصروف تھا۔

”ثوبان کچھ دن پہلے کیا ہوا تھا؟“

”کیا مطلب۔۔۔میں سمجھا نہیں؟“

”تم نے اپنی سٹوڈنٹ نشا بہ فیاض کا ہاتھ پکڑا تھا؟“

”واٹ؟؟؟“ وہ کرسی سے دو فٹ اچھلا۔وہ سوالیہ نظروں سے سرور نیازی کو دیکھنے لگا۔انہوں نے خود ہی ساری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔وہ ہنوز شاکڈ تھا۔”بابا جان میں نے ہاتھ پکڑا نہیں تھا ہاتھ جھٹکا تھا وہ لڑکی میرے پاس خود آئی تھی اور میں نے اسے اچھا خاصہ ڈپٹا تھا بے عزتی وہ سہہ نہیں سکی اور چکرا کر گری تھی پھر میں نشاط ماسی کو لے کر آیا تھا انہوں نے ہی اسے سہارا دے کر اٹھایا اور کلاس سے باہر لے گئیں تھیں۔۔۔۔“

”اس بچی کو کتنا ڈانٹا تھا جو وہ چکرا کر گر گئی؟“انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔

”میں نے اس کے بھلے کیلئے ہی انتہائی سخت الفاظ استعمال کئے تھے کیونکہ اگر میں نرمی سے سمجھاتا تو وہ کبھی نہ سمجھتی بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن پر صرف سختی سے ہی قابو پایا جاتا ہے پھر دو چار دن بعد دوبارہ وہ بچی میرے پاس آئی تھی لیکن معافی مانگنے وہ شرمندہ تھی اسے اپنی غلطی کا احساس تھا اور میں نے معاف کر دیا تھا“

وہ کہہ کر خاموش ہوا مگر غصہ ابھی بھی ناک پر کھڑا تھا اور وہ غصہ اس لڑکی پر تھا جس نے افواہ پھیلائی تھی۔

”ہمم!یہ تو اچھا کیا تم نے جو بچی جلد ہی سنبھل گئی“سرور نیازی نے اس کے عمل کو سراہا۔

”آگ تو ساری اس لڑکی کی لگائی ہوئی ہے۔۔۔کیا نام تھا اس کا؟؟“

”عدن ملک۔۔۔ مجھے نہیں لگتا کہ افواہ اس نے پھیلائی ہے کیونکہ اگر اس نے یہ سب کرنا ہوتا تو وہ میرے پاس نہ آتی“سرور نیازی نے اس کے خیال کی نفی کی۔

”اس کے علاوہ تو کوئی یہ بات نہیں جانتا تھا۔۔۔اور ماسی کو بھی میں ہی لایا تھا وہ یہی جانتی ہے کہ بخار کی وجہ سے چکر آ گیا۔۔۔اپنی مرضی کی من گھڑت خبر اسی لڑکی نے پھیلائی ہے“

اسے جھوٹ سے نفرت تھی کیونکہ ہر برائی کی جڑ جھوٹ سے نکلتی ہے۔جھوٹ فتنہ ہے اور جھوٹا شخص فسادی۔اس کے صاف لباس پر کوئی بدنامی کے چھینٹے مار کر چلا گیا تھا۔اس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی۔

☆......☆......☆

وہ کلاس روم میں بھاری قدم اٹھاتا داخل ہوا۔اس کے ہر اٹھتے قدموں سے زمین میں دھمک اٹھ رہی تھی۔

وہ چلتا ہوا لیکچرار سٹینڈ پر کھڑا ہو گیا۔

''عدن ملک''اس نے بارعب آواز میں پکارا۔

تمام کلاس اک پل کو چونک گئی۔آج پہلی بار سر ثوبان نے کسی لڑکی کا نام پکارا تھا اور وہ بھی اتنے غیر معمولی انداز میں۔عدن کی حالت بھی سب سے مختلف نہ تھی۔وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

ثوبان نے اسے دیکھا اور پورے جسم میں چنگاریاں جلنے لگی۔

وہ وائیٹ بورڈ کی طرف مڑا اور تیزی سے اک سوال لکھ ڈالا۔

''یہ سوال حل کریں''

وہ خرامہ خرامہ چلتی وائیٹ بورڈ تک پہنچی۔ڈائیز سے مارکر اٹھایا اور سامنے لکھے سوال کو بغور دیکھنے لگی۔

''سر یہ آپ نے ابھی پڑھایا نہی ہے''وہ آہستہ سے بولی۔

''جسٹ شٹ اپ۔۔۔۔۔۔حل کریں سوال''وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ عدن دل تھام کر رہ گئی۔کلاس میں موجود تمام لڑکیاں حق دق چپ چاپ تماشہ دیکھ رہی تھیں۔

''سر مجھے نہی آتا''آنسوؤں کو حلق میں اتارنے کے سبب آواز بھیگ گئی۔

''جائیں اپنی سیٹ پر''وہ سر جھکائے پلکوں کو جھپکتے ہوئے سیٹ پر بیٹھ گئی۔ندا نے اسکا ہاتھ دبا کر حوصلہ دینا چاہا۔

''عدن ملک آپ کو بیٹھنے کا کس نے کہا ہے۔۔۔کھڑی ہو جائیے''

اس قدر بے عزتی پر وہ سرخ پڑ گئی۔وہ ایک بار پھر کھڑی ہو گئی۔

ثوبان نے معمول کے مطابق لیکچر دیا اور پیریڈ ختم ہونے پر چل دیا۔

''اب تو بیٹھ جاؤ''ندا نے اس کا ہاتھ کھینچ کر بٹھایا۔

پھر یہ روز کا معمول بن گیا۔وہ کلاس میں آتے ساتھ ہی اسے کھڑا کر کے بھول جاتا۔ساری کلاس کو اس سے ہمدردی تھی اور سر پر حیرت۔

وہ کب تک ناحق سزا برداشت کرتی، آخر کار اس نے پرنسپل کے آفس جا کر شکایت نامہ درج کروا دیا۔
جب سرور نیازی نے ثوبان سے اس کی بابت پوچھا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ آپ اس معاملے میں نہیں آئینگے۔
سرور نیازی کو اپنے عقلمند بیٹے کی عقل پر افسوس ہوا۔ وہ بھی خاموش ہو گئے آخر کو وہ ان کا خون تھا اور دوسرا انہیں ابھی تک کالج کے معیار کے مطابق کوئی پروفیسر بھی نہ ملا تھا۔

☆......☆......☆

''عدن ملک اپنی چیئر کے اُوپر کھڑی ہو جائیں'' وہ ساکت رہ گئی۔
''لیکن سر میرا قصور کیا ہے؟'' غصہ اسے بھی آ گیا تھا۔ وہ کیوں خوامخواہ سزا بھگتے۔
''سنائی نہیں دیا آپ کو جو میں نے کہا ہے'' وہ غضبناک ہوا۔
''میں کھڑی نہیں ہونگی جب تک مجھے میری غلطی نہیں بتائی جائے گی'' لڑکیاں اس کی ہمت پر ششدر رہ گئیں۔ وہ آنکھیں پھاڑے منہ کھولے کبھی سر کو کبھی عدن کو دیکھ رہی تھیں۔
''آخری بار کہہ رہا ہوں کرسی پر کھڑی ہو جاؤ'' وہ گرجا۔
''سوری سر میں نہیں ہو سکتی'' وہ ہنوز بیٹھی رہی۔
ایک تو چوری اُوپر سے سینہ زوری۔ اس کے کردار کو سب کی زبانوں کی زینت بنایا۔ اور اکڑ علیحدہ دکھا رہی تھی۔ وہ تپ ہی تو گیا۔
اس کے دادا جان نے بچپن سے ایک چیز گھول کر پلائی تھی اور وہ تھی کردار کی پاکیزگی۔
''کردار کی پاکیزگی مرد و عورت کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے یہ نبیوں اور ولیوں کی صفات میں سے ہے۔ ہم ان کی پاؤں کی خاک بھی نہیں ہیں لیکن ہم ان کے نقش پر چلنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔۔۔۔ ثوبان ان نقشوں کو کبھی مٹنے مت دینا یہی نقش تمھیں سرخرو کرینگے''
وہ طیش میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے سر پر جا کھڑا ہوا۔
اس کا بازو سختی سے بھینچا اور جھٹکا دے کر کھڑا کیا۔ بھوری آنکھیں لہو رنگ تھیں۔ اسے زندگی میں پہلی بار کسی سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ غصے اور نفرت میں وہ اس کا بازو دبوچے کھڑا تھا اور گرفت اتنی شدید تھی کہ

عدن کو ہڈیوں کا چورا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔وہ شدتِ تکلیف سے مسلسل آنسو بہا رہی تھی۔

''آئندہ بحث مت کرنا'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ اک اک لفظ چبا کر بولا۔

عدن اس کی آنکھوں میں دیکھ کانپ گئی۔اک لمحے کو دھڑکن رک گئی۔وہ جلدی سے کرسی پر چڑھ گئی۔

دن بیت رہے تھے مگر سزا میں کمی نہی آ رہی تھی۔وہ یا تو کرسی پر کھڑی ہوتی یا کلاس کے باہر کھڑی ہوتی۔وہ خاموشی سے ہر سزا پر سر جھکا دیا کرتی۔لڑکیوں کو اس سے ہمدردی تھی۔لیکن اتنی ہمت نہ تھی کہ کھڑوس سر کے آگے چوں بھی کر دیں۔وہ جب تک کلاس میں ہوتا سب کو سانپ سونگھا رہتا اور جیسے ہی باہر جاتا تو کلاس میں بھانت بھانت کی بولیاں گونجتیں۔

☆......☆......☆

وہ جانے کیوں بدل سی گئی تھی۔آنکھوں کے گرد سیاہی پھیل گئی تھی۔پہلے بھی کم بولتی تھی مگر اب جیسے لبوں کو سی لیا تھا۔ندا کوئی نقطہ اٹھاتی تو ہمیشہ کی طرح بحث کرنے کی بجائے ہوں ہاں میں جواب دے دیتی۔پڑھائی کا گراف بھی گزرتے دنوں کے ساتھ نیچے گر رہا تھا۔

وہ ٹوٹتی جا رہی تھی۔

یہ تبدیلی سب نے نوٹ کی تھی اور مشترکہ اندازے کے مطابق یہ سر ثوبان کی بلاوجہ بے عزتی کا اثر تھا۔اسکی ہم جماعتوں کو اس سے ہمدردی تھی۔اور وہ ہمدردی کے علاوہ کچھ کر بھی نہی سکتی تھیں۔

یہ معمہ بھی اک دن کھل ہی گیا۔

سر ثوبان کے لیکچر کے دوران وہ ہاتھ میں رجسٹر پکڑے کچھ لکیریں کھینچنے میں اتنی مگن تھی کہ سر کی آواز پر بھی نہ چونکی۔ہوش تو تب آیا جب کسی نے اچانک سے رجسٹر جھپٹا تھا۔اور سامنے سر ثوبان کو دیکھ کر جسم میں گردش کرتا خون فریز ہوا تھا۔

وہ رجسٹر ہاتھ میں تھامے اپنے سکیچز اور ساتھ میں لکھی شاعری دیکھ گنگ رہ گیا۔

''پرنسپل کے آفس چلیں'' وہ کلاس میں تماشا کھڑا نہی کرنا چاہتا تھا۔

وہ جھکے سر کے ساتھ اس کے پیچھے چل دی۔

آفس پہنچ کر معلوم ہوا کہ پرنسپل صاحب کالج کے راؤنڈ پر گئے ہیں۔ اسے افسوس ہوا اپنے تئیں تو وہ سرور نیازی کو اس لڑکی کی اصلیت دکھانا چاہتا تھا جس سے انہیں بہت ہمدردی تھی۔ اب وہ کلاس چھوڑ کر یہاں بیٹھ کر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

''تم یہی رہو'' اسکی طرف دیکھے بغیر حکم صادر کیا۔

ابھی دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس کی نحیف آواز پر رک گیا۔

''سر آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟؟''

وہ ناسمجھی میں اسے دیکھ رہا تھا۔

''آپ نے پہلے بلاوجہ سزائیں دیں اور پھر۔۔۔۔'' آنکھوں سے جھرنا رواں تھا۔

''پھر۔۔۔۔روح کھینچ لی'' ہاتھوں میں چہرہ چھپالیا۔

''واٹ ربش۔۔۔۔اپنی عمریں دیکھو تم لوگ اور اپنے کام دیکھو جن لڑکیوں کو اپنی عزت اپنے وقار کی پرواہ نہیں ہوتی رسوائی انکا ہی مقدر ہوتی ہے، اپنے استاد کے سکیچز اور گھٹیا شاعری لکھتے ہوئے شرم سے ڈوب مرنا چاہیے'' وہ کھول اٹھا۔

''میں نے یہ کبھی نہیں چاہا کہ مجھے آپ سے محبت ہو لیکن پھر بھی نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے آپ سے محبت ہوگئی'' جس بات کو وہ خود سے بھی کہنا نہیں چاہتی تھی وہ اتنی آسانی سے اسے کہہ گئی۔ محبت کمزور کرتی ہے تو ہمت بھی دیتی ہے۔

جانے کیوں وہ اظہار کر کے مطمئن تھی۔۔۔۔ جیسے اپنے کاندھوں کا بوجھ کسی اور کے کاندھے پر رکھ دیا ہو۔ لیکن دوسری طرف اس عورت کیلئے صرف حقارت تھی۔ اسے ایسی بے باک عورتوں سے نفرت تھی۔

وہ عورت محبت کی انتہا پر تھی۔ وہ مرد نفرت کی انتہا پر تھا۔

☆......☆......☆

''میرا ثوبان تو مثلِ یوسف ہے'' دادا جان نے اپنا جملہ دہرایا۔ وہ یہ اکثر کہا کرتے تھے۔

''دادا جان مثلِ یوسف کون تھے؟'' ننھے سے ثوبان کے پوچھنے پر وہ دل کھول کر ہنسے تھے۔

''میری جان! حضرت یوسف (علیہ اسلام) انبیاء کرام کی لڑی میں سے تھے۔خدا نے انہیں بے حد حسن سے نوازا تھا۔وہ اتنے حسین تھے کہ عورتیں اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھی تھیں۔اور جو بہت حسین ہوتا ہے نا تو مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ تو مثلِ یوسف ہے۔۔۔'' انہوں نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

وہ نیک ہاتھوں میں پروان چڑھ رہا تھا۔ قصص الانبیاء سنتے ہوئے ہی اس نے جوانی کی دہلیز پار کی تھی۔ آیتیں اس کی رگوں میں دوڑتی تھیں۔تلاوت کرتے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔

''اور (عورت نے) جس کے گھر وہ تھا اسے ورغلایا اور دروازے بند کر لئے اور بولی' آ بھی جاؤ'

اس نے کہا

خدا کی پناہ! میرے آقا نے مجھے بہترین جگہ دی ہے۔ بیشک ظالم فلاح نہی پاتے۔

اور وہ دروازے کی طرف بھاگے''

''بے شک ظالم فلاح نہی پاتے'' وہ کئی بار دہراتا

سورہ یوسف کا اک اک لفظ اس کے دل پر لکھا تھا۔اسے اک خاص انسیت تھی اس سورۃ سے۔شاید اس لئے کہ اس کے دادا جان اسے اس سورۃ سے جوڑ گئے تھے۔

''میرا ثوبان تو مثل یوسف ہے''

اس کی پرورش اسلامی طرز پر ہوئی تھی۔قرآن اس کے سینے میں دھڑکتا تھا اور نماز کی مہر اس کی پیشانی پر ثبت تھی۔

وہ عورت محبت کی انتہا پر تھی۔وہ مرد نفرت کی انتہا پر تھا۔

اسے نفرت تھی ان عورتوں سے جو مریم کی چادر چھوڑ کر زلیخا کا آنچل اوڑھتی ہیں۔

وہ اس عورت کو دیکھنا بھی نہی چاہتا تھا جو نامحرم کی محبت کی گرد سے اپنا وجود آلودہ کر چکی تھی۔

وہ پاک مرد تھا اور پاک عورت کا خواہا تھا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھا۔۔۔اور محبت کے شر سے دور نکل گیا۔

وہ ہمیشہ کی طرح سرخرو ہوا تھا۔اس نے ایک بار پھر شیطان کو پچھاڑا تھا۔وہ آزمائش سے بخوبی نبٹا تھا۔وہ

نیک تھا پارسا تھا صابر تھا۔۔۔۔۔۔وہ عابد تھا۔۔۔۔۔وہ فاخر تھا۔۔۔۔

وہ شر کو دروازے کے پیچھے چھوڑ آیا تھا۔۔۔۔غرور کا گراف تیزی سے اوپر گیا تھا۔بعض اوقات زیادہ عبادت و پرہیزگاری انسان کو مغرور کردیتی ہے۔جانے انجانے وہ بھی مغرور تھا۔

اور یہاں وہ چوک گیا۔غرور نبیوں ولیوں کی اوصاف نہیں۔۔۔۔یہ شیطان کا شیوا ہے۔۔۔۔

وہ چوک گیا اور شیطان تو صدا سے ابنِ آدم کی گھات میں رہا ہے موقع ملتے ہی اپنی صفت اس پر پھونک ڈالی۔

یہیں اس کی پکڑ ہوئی۔۔۔۔محبت بھی نوکیلے پنجے گاڑھنے کی تاک میں تھی۔

وہ چوک گیا۔

☆......☆......☆

اس پر محبت عذاب بن کر نازل ہوئی تھی۔ جب عذاب اترتا ہے تو ہستیاں مٹا دیتا ہے۔جسم سے ماس نوچ لیتا ہے۔اس نے کب یہ چاہا تھا،اس نے کب یہ سوچا تھا۔وہ حلال کی خواہش میں حرام کا لقمہ نگل بیٹھی تھی۔

اور اس لقمہ نے جسم کے اندر جہنم کی آگ دہکا ڈالی تھی۔

اس کا گناہ بس اتنا تھا وہ ان بھوری لہو رنگ آنکھوں میں جھانک بیٹھی تھی۔کیا آنکھیں اتنی سحر انگیز بھی ہوتی ہیں؟وہ الگ تھیں ان میں کچھ تھا۔۔۔۔ان سرخ ڈوریوں نے اس کے دل کو منجمد کر ڈالا تھا۔

گھنیری پلکوں میں خماری تھی۔آنکھ کی سفیدی کتنی شفاف تھی۔۔۔۔روشن تھی۔۔۔۔اور اس پر سرخ ڈوریاں۔اس کی بھوری چمکدار پتلیاں آئینہ تھیں جن میں وہ اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے اک لمحے میں میلوں کا سفر طے کر گئی تھی۔ وہ مضطرب تھی بے قرار تھی۔اس سے یہ گناہ کیسے سرزد ہوا؟وہ کیسے بھول گئی کہ محبت کی گلیوں میں موت ہے۔ وانیہ آنی کا انجام کیسے اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ان کی کہانی بھی تو مختلف نہ تھی۔وہ بھی تو نامحرم کی محبت میں گھائل تھیں۔

اس نے کالج چھوڑ دیا تھا۔وہ فرار چاہتی تھی،لیکن فرار اب ممکن نہ تھا۔وہ خود کو لوگوں کی نظروں سے چھپانا چاہتی تھی مگر وہ جتنا خود میں سمٹتی وہ اتنا عیاں ہو رہی تھی۔محبت کی مشک واحد مشک ہے جسے لوگوں کی آنکھیں دیکھ

سکتی ہیں۔ بی بی جان کی نظروں سے بھی وہ مشک پوشیدہ نہ رہ سکی۔

وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹی تھی اور بی بی جان نم آنکھوں سے اس کی پیشانی سہلا رہی تھیں۔

''بی بی جان مجھے سکون کیوں نہیں آتا؟'' آواز اک نادیدہ بوجھ سے بھاری تھی۔

''خدا کو یاد کرو'' وہ آہستہ سے بولیں۔

''دل یاد نہیں کرتا'' دل ابن آدم کی یاد میں غرق تھا۔

''کوشش کرو'' انہوں نے سرگوشی کی۔

''کرتی ہوں۔۔۔لیکن۔۔۔''

''کرتی رہو تب تک جب تک خدا سکون نہ اتارے'' بی بی جان نے اس کی بات کاٹی۔

''بی بی جان ہم گاؤں چلتے ہیں۔۔۔مجھے لوگوں سے ڈر لگتا ہے میں کسی کا سامنا نہیں چاہتی''

''خود پر خود کا خول چڑھا لو''

اس کے ناسمجھی سے دیکھنے پر وہ بولیں۔ ''لوگوں کو وہ عدن دکھاؤ جس عدن کی انہیں عادت ہے۔۔۔''

آنسوؤں کی قطاریں بہہ نکلیں۔انہوں نے نرمی سے اس کی آنکھوں سے بہتا سیال صاف کیا۔

''بی بی جان ہم پھر بھی گاؤں جائینگے'' اس کے اصرار پر انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس نے خدا کی طرف رخ موڑا۔۔۔لیکن عبادت کے دوران ابن آدم کی پرچھائی گہری ہوتی جاتی۔

وہ سجدوں میں گڑگڑاتی دعاؤں میں مانگتی۔

''تو غفور الرحیم ہے۔۔۔تو ہر شے پر قادر ہے۔۔۔

میں تیری گنہگار بندی تجھ سے رحم مانگتی ہوں۔۔۔

میرے دل سے نامحرم کی محبت نکال دے یا پھر میری محبت کو محرم کر دے۔۔۔ مجھ پر کرم فرما۔۔۔۔۔رحم فرما''

بیشک خدا ہی دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

گزرتے وقت نے صبر کا گھونٹ پلا دیا۔خدا کی طرف دل مائل ہو گیا۔

☆......☆......☆

وہ مرد نفرت کی انتہا پر تھا۔۔۔۔

اور نفرت کی انتہا محبت ہے۔

نفرت اور محبت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ دونوں جذبے اک دوجے سے الگ نہیں۔ فرق ہے تو صرف منفی اور مثبت پہلو کا۔ نفرت منفی اور محبت کا لفظ مثبت کے دائرے میں آتا ہے۔

یہ دونوں جذبے جس بھی انسان میں اپنی جڑیں ڈالتے ہیں وہ انسان صرف غلام بن کر رہتا ہے۔ یہ دونوں جذبے انسان پر حکومت کرتے ہیں۔

جس شخص کیلئے یہ جذبے پروان چڑھتے ہیں وہی شخص حواسوں پر طاری رہتا ہے۔

وہ کئی دن سے مضطرب تھا۔ بنتِ حوا کا چہرہ اعصاب پر طاری تھا۔ عبادت میں خلل کی وجہ تھا۔

اتنی احتیاط کے باوجود وہ جکڑا گیا تھا۔

جانے کیسے اور کب محبت نے پنجے گاڑے تھے۔

محبت اچھا برا کب دیکھتی ہے؟ محبت کردار کب دیکھتی ہے؟ وہ تو بس حملہ آور ہوتی ہے۔

آخر کار اس نے گھٹنے ٹیک دیئے۔

وہ اس دن کے بعد کالج نہیں آئی۔ اس نے کالج ریکارڈ سے ایڈریس لیا۔

مگر ابھی محبت کی آزمائش باقی تھی۔

وہ لوگ اب اس جگہ کو چھوڑ گئے تھے۔۔۔ کہاں گئے وہ کوئی نہ جانتا تھا۔

چار سال تک تلاش جاری رکھی مگر سب بے سود۔

وقت نے صبر کا مرہم رکھنے کی بجائے تشنگی کی پٹیاں رکھیں تھیں۔

☆......☆......☆

وہ عورت محبت کی انتہا پر تھی۔۔۔۔

اور محبت کی انتہا خدا ہے۔

خدا کی یاد نے سکون عطا کیا تھا۔ عبادت کا حصار اس کے گرد گردش کرتا تھا۔

خدا کی محبت میں قرار ہے۔

خدا کی محبت میں سرخروئی ہے۔

خدا کی محبت سے مزین دل قیمتی انعام ہے۔

وقت بیت رہا تھا۔ سنتِ نبوی کے مطابق اسے نکاح کے پاک بندھن میں بندھنا تھا۔

بی بی جان نے رشتہ اس کے آگے رکھا اس نے بنا کوئی سوال کئے خدا کو حاضر ناظر جان کر رضامندی دے دی تھی۔ وہ بہت پہلے ہی اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر چکی تھی۔

''میرے دل سے نامحرم کی محبت نکال دے یا پھر میری محبت کو محرم کر دے''

وہ اب بھی دعا گو تھی۔

☆......☆......☆

بیشک خدا بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

اس کے چاروں طرف پھولوں کی چلمن تھی۔ وہ کسی قیمتی موتی کی طرح پھولوں کے بیچ جڑی تھی۔

اور بیڈ پر اس کے سامنے بیٹھا وہ شخص اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔

اس کی آزمائش ختم ہوئی تھی۔ وہ سرخرو ہوا تھا۔ لیکن اب غرور کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ عاجز تھا۔۔۔ کہ عاجزی نیک وکاروں کی پہچان ہے۔

خدا نے حرام کو حلال کر دیا تھا۔

نامحرم کو محرم کر دیا تھا۔

خدا دونوں کا تھا۔ خدا ابنِ آدم کا تھا۔۔۔ خدا بنتِ حوا کا تھا۔

وہ دعاؤں کا قبول کرنے والا تھا۔۔۔ وہ اجر دینے والا تھا۔

دوزخ کی دہکتی آگ کو جنت کے سبزہ زاروں کی ٹھنڈک نے آسودہ کر دیا تھا۔

وہ اپنے رب کی عطا پر شاد تھی۔

گناہ کا بوجھ دل سے سرک گیا تھا۔ لیکن اک کسک اب بھی باقی تھی۔ جس سے وہ جلد از جلد چھٹکارا پانا

چاہتی تھی۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان صبر کرنے پر آئے تو سالوں صبر کر لے اور بے صبرا ہونے پر آئے تو اک پل میں صبر کا دامن چھڑا لے۔

اس نے کہنا شروع کیا۔

''میں بری لڑکی نہیں تھی۔۔۔۔ میرے نزدیک میری عزت ہی میرے خاندان کی عزت تھی۔ میں کسی کی بھی نظروں میں خود کو بے مول نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔۔ محبت سے نفرت تب ہی ہو گئی تھی جب دانیہ آنی کی لاش کو دیکھا تھا۔۔۔ اپنی اکلوتی پھپھو کی بے وقت موت کو دیکھنا قطعاً آسان نہیں تھا۔۔۔ نامحرم کی محبت موت ہے یہ میں نے تب ہی سمجھ لیا تھا'' وہ کچھ دیر خاموش ہونے کے بعد پر بولی۔

''انہوں نے حرام موت کو گلے لگایا تھا۔۔۔ اک مرد کی بے وفائی کا بدلہ انہوں نے اپنی زندگی سے لیا تھا ۔۔۔ اپنے گھر والوں سے لیا تھا۔۔۔''

وہ چپ چاپ اسے سن رہا تھا۔

''میں یہ کالک اپنے منہ پر نہیں ملنا چاہتی تھی۔۔۔ لیکن ضروری نہیں جیسا ہم سوچتے ہیں ویسا ہی ہو۔۔۔ وہ کاتب تقدیر ہے اس کی تدبیر کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔۔۔ مجھے بھی محبت ہو گئی۔۔۔ اچھی لڑکیوں کو بھی محبت ہو سکتی ہے۔۔۔ جو خود کو سینت سینت کر رکھتیں ہیں انہیں بھی محبت ہو سکتی ہے۔۔۔ اور میں نے اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔۔۔ کیونکہ میرے نزدیک کسی کے آگے اپنا دل کھول کر رکھنے سے بہتر ہے کہ خدا کے سامنے رکھ دیں۔۔۔ لوگ رسوا کرتے ہیں لیکن خدا پردہ رکھتا ہے۔۔۔ بیشک وہ کمال کا راز داں ہے''

وہ کہہ کر اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

ثوبان نے اس کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں بھر لیا۔

''مجھے اپنے کردار پر ناز تھا۔ میں نے مرد ہو کر بھی بہت محتاط زندگی گزاری ہے۔۔۔ اور یقین کرو یہ بہت مشکل عمل ہے لیکن میں قائم رہا۔۔۔ میں کبھی لڑکھڑایا نہیں شاید اسلئے کے میرے دادا جان کی دعائیں میرے گرد حصار باندھی رکھتی تھیں۔۔۔ حالانکہ وہ اس دنیا میں نہیں ہیں پھر بھی ایسے لگتا ہے ان کی دعائیں اب بھی میرے ساتھ ہیں۔۔۔ دعائیں کبھی نہیں مرتی''

اس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے لگا تھا تم نے میرے کردار کی دھجیاں بکھیری ہیں اسی لئے تم سے اہانت آمیز سلوک کرتا رہا۔۔۔۔۔ لیکن تمہارے کالج چھوڑ جانے کے بعد حقیقت کا ادراک ہو گیا تھا کہ تم اس سارے معاملے میں بے قصور تھیں اور قصوروار کوئی اور تھا'' اس نے لمبا سانس کھینچ کر چھوڑا۔

''اس نے تمھارا خیال میرے دل میں ڈالا۔۔۔۔۔ بے قراری و بے چینی میں تمھیں ڈھونڈتا رہا۔۔۔اب جب تمہاری آس ٹوٹ گئی تھی تو خدا نے تمھیں میری ملکیت میں دے دیا''

وہ مسکرایا۔۔۔اس کی مسکراہٹ کے خم دلفریب تھے۔

محبت کے اظہار نے عدن کی روح تک میں سرشاری بھر دی تھی۔

محبت مہکتی پھوار تھی۔

محبت رحمت تھی۔۔۔خدا کی نعمت تھی۔

محبت محرم تھی۔

وہ دونوں خدا کے آگے سجدہ ریز تھے۔

http://sohnidigest.com